پنجابی نظم اور فیصل آباد کی سخنور خواتین

محمد اعجاز

Mohammad Ijaz

Lecturer, Department of Punjabi,

Govt. College, Gojar Khan.

ڈاکٹر عاصمہ غلام رسول

Dr. Asma Ghulam Rasool

Coordinator, Department of Punjabi,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

This article is about punjabi Nazam and female punjabi poetess of Faislabad. i have described the history of punjabi Nazam and main features of the poetess of Faisalabad, who describes their emotions and feeling in punjabi Nazam. This poetry is and excellent example of feminism in punjabi poetry. Differnt shades and mode of love and beauty are the main feature of their poetry, dreams, whises, hopes and sentiments are every where which touch our hearts. Examples from punjabi poem regarding this topic have also included in the article.

نظم کی بنیاد، اس کی قسمیں اور اس میں استعمال ہونے والی فنکارانہ ترکیبوں کا نقطہ کھولنے سے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ اصل میں نظم کیا ہے؟ مختلف نقادوں، تنقید کاروں اور شاعروں نے اس کو کس زاویے اور کن معنوں میں پرکھا ہے۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے مختلف ڈکشنریوں میں نظم کے لغوی معنی تلاش کرتے ہیں۔ فیروز اللغات اردو میں نظم کے لغوی معنی کے بارے میں لکھا ہے:

"نظم (ع۔ا۔مت) ۱۔لڑی، سلک

۲۔موزوں، کلام، شعر

۳۔(مذ) بندوبست، انتظام‘‘(۱)

"The Shorter Oxford English Dictionary,V-2" میں نظم بارے لکھا ہے:

"Poem:
Work, flaction ,peotical works. The Work of a poet , a material compostion, a composition of werds, expressing facts, thoghts , or feeling in poetical form, a peace of Poetry."(2)

’’مہاں پنجابی کوش‘‘ وچ نظم بارے درج ہے:

’’نظم عربی زبان دا لفظ اے۔

۱۔ پربندھ، انتظام

۲۔ پد، کویتا، چھند، کاوٗ‘‘(۳)

’’وڈی پنجابی لغت‘‘ میں نظم کے معنی اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

’’نظم (ع۔مونث) انتظام، سربندھ، شعر‘‘(۴)

مختلف ڈکشنریوں کے لغوی معنی پر غور کریں تو ہمارے سامنے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ نظم کسی خاص ترتیب، بندوبست کا نام ہے۔ اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد شعروں کا وہ مجموعہ ہے جس میں کوئی ایک مرکزی خیال موجود ہو جس میں شاعر اپنے محسوسات، نقطہ نظر، جذبات اور احساسات اپنے خاص اسلوب کے ڈھانچے میں ڈھال کر دل کش اور من مخنے الفاظ کے ساتھ اس طرح موتی پروتا ہے کہ اس کے یہ الفاظ منظم انتظام ایک خوبصورت دوشیزہ کے حسن کی طرح ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں شعروں کی تعداد مقرر نہیں اور نہ ہی داخلی یا خارجی موضوع کی پابندی آئید ہے اور نہ ہی نظم کے لیے کسی خاص فارم یا ہیئت کی پابندی بھی لازم ملزوم نہیں۔ نظم کی ہئیت بارے اردو زبان ادب کے معروف تحقیق کار، نقاد اور شاعر ڈاکٹر وزیر آغا اپنی کتاب ’’جدید نظم کی کروٹیں‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’نظم موضوعات اور ہیئتوں کے لحاظ سے اس قدر متنوع اور ہمہ گیر صنف ہے کہ اس کے ساتھ کسی ایک یا چند موضوعات اور ہئیتوں کو مختص نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی کے ہر واقع، ہر واردات، ہر مظہر، ہر رنگ، ہر جذبہ، ہر احساس اور ہر کیفیت کو نظم کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ لہذا صنف موضوعات و اصناف کی صنف میں بھی نہیں بٹھائی جا

سکتی، نہ اسے موضوعی اصناف کے خانے میں رکھا جا سکتا ہے اور نہ ہیئتی اصناف میں اسے شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی مخصو ص ہیئت بھی نہیں ہے۔ قدیم زمانے ہی سے یہ مختلف ہئیتوں میں پیش کی جاتی رہی ہے۔ مسمط کی جملہ شکلوں میں یعنی مثلث، مر بع، مخمس، مسدس، مربع مثمر متبع اور معشر کے علاوہ غزل، مثنوی، تر کیب بند، ترجیع بند اور انگریزی شاعری کے اثر سے اردو میں رواج پا نے والی مغربی ہئیتوں مثلاً نظم معری اور آزاد نظم میں اس صنف کو پیش کیا گیا ہے۔''(۵)

اسی طرح پنجابی زبان وادب کے نامور لکھاری، دانشور اکرم باجوہ صنف نظم کے بارے لکھتے ہیں:

''شاعری دی ایس صنف وچ لفظاں نوں بڑے من موہنے ڈھنگ نال ترتیب دتا جاندا اے تے موتیاں وانگوں اک لڑی وچ پرویا جا ندا اے۔ نظم وچ اکوں خیال یاں مضموں نوں کئی شعراں وچ بیانیا جاندا اے۔''(۶)

بالکل اسی طرح مشہور ڈرامہ نگار، کہانی کار اور شاعر علی اختر صاحب نظم بارے لکھتے ہیں:

''گنے چنے اکھراں دے موتیاں نوں سانبھ سودھ کے یک موضوعی تسبیح وچ پرون داناں ــــــ نظم ایں۔ ایہدے وچ سوچاں دا سچا پن جناوی اگھڑ کے ساہمنے آوے گا۔ اوہ نظم دے سہپن وچ اونا ای وادھا کرے گا۔''(۷)

مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نظم کے لیے مضمون اور خیال کا ایک ہونا پہلی شرط ہے جبکہ ہئیت اس کے بعد کا مرحلہ ہے۔ آسان لفظوں میں بات کو سمیٹتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ نظم ایک ایسی اکائی کا نام ہے جس کے ہر مصرعے میں ایک مرکزی خیال کی تعمیر ہوتی ہے۔ تقسیم ہند کے بعد پنجابی شاعری کے میدان میں جب نئی پنجابی نظم کہنے کا رواج مقبول ہونا شروع ہوا تو پاک و ہند کے مختلف شہروں میں بسنے والی سخنور پنجابی شاعرات کی دیکھا دیکھی فیصل آباد میں بھی پنجابی سخنور خواتین نے اِس صنف سخن میں اپنا اپنا حصہ ڈالنے کی کوششیں تیز کر دیں۔ اس سلسلے میں فیصل آباد کے حوالے سے جن خواتین کے نام سب سے پہلے اُبھر کے ہمارے سامنے آتے ہیں اُن میں پنجابی زبان وادب کی استاذ، محقق اور شاعرہ سعیدہ رشم ! کا نام بدرجہ اُتم موجود ہے، جنہوں نے اپنی شاعری اور علمی وادبی قابلیت کی سرفرازی سے اپنی معلومات کے ذخیرے کی بدولت ایک عہد کو سیراب کیا ہے۔ ہماری اِس ممتاز شاعرہ کے اَب تک دو شعری مجموعے چھپ کر منظرِ عام پہ آ چکے ہیں۔ جن کے بالترتیب نام

اور چھپنے کے سال درج ذیل ہیں:

۱۔بھجیاں پلکاں ۱۹۸۵ء

۲۔ہجر ہنیرے ۱۹۹۲ء

یہ دونوں شعری مجموعے جو کہ خالصتاً نظمیہ مجموعے ہیں، مسلم پنجابی مجلس، قرطاس، فیصل آباد کی وساطت سے چھپ کر سامنے آئے ہیں۔ پنجابی شاعری کے اِن دونوں شعری مجموعوں میں شاعرہ نے نئی پنجابی نظم کو اپنے خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ یہ نظمیں پنجابی شاعری میں اپنی ہیئت، ساخت اور اسلوب کے حوالے سے ایک منفرد دَرجے کی حامل ہیں۔ اِن میں تقریباً وہ سارے لوازمات موجود ہیں، جو ابتدائی دور کی نئی پنجابی نظم کا خاصا رہے ہیں۔ سعیدہ رشم کی شاعری کا اِک خاص رَنگ عشق کا وہ پاکیزہ جذبہ ہے جس سے تقریباً ہر دوسرا شخص اپنی زندگی میں کسی نہ کسی موڑ پہ دو چار ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہماری نظر میں یہی وہ کیفیت ہے جو بندے کے تن من کو تار و تار اور آنکھوں کی ہنسی کو چھین لیتی ہے۔ احمد راہی نے کیا خُوب کہا ہی:

اَگ پیار دی دُھواں نہ کڈھدی

تے تن من پُھوک سٹدی(۸)

سعیدہ رشم کی پنجابی شاعری کو پڑھتے ہوئے اگر ہم احمد راہی کی اِس ایک بولی کو سامنے رَکھیں تو پہلی ہی نظر میں جو صورتِ حال ہمیں صاف نظر آتی ہے، اُس میں اُسی آگ کا ذکر نمایاں اور سرفہرست ہے جس کا تذکرہ احمد راہی کی اِس بولی کے شروع میں بے باک انداز میں ہوا ہے۔ سعیدہ رشم کے ہاں یہ آگ ہجر و جدائی کی دھیمی دھیمی تپش میں مسلسل جل رہے اُس عاشق کا نوحہ ہے، جو اپنے سنگدل محبوب کے حُسن اور اُسکی اداوں سے دو چار ہے، جسے ایک پل بھی سکوں کا میسر نہیں۔ جیسا کہ وہ خود کہتی ہیں:

''اِک توں اکھ بدلی

میرا بدل جہان گیا

تیرے پچھے چن ماہیا''(۹)

سعیدہ رشم کی بیشتر نظموں میں ایک طرف تو ہمیں جوانی کی دہلیز پہ کھڑی معصوم و خوبصورت لڑکیوں کی آنکھوں میں جیتی جاگتی کہانیاں، خواہشیں، آسیں، اُمیدیں اور چاہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھائی دیتا ہے تو وہیں دوسری جانب محبوب یا کونت کی جدائی میں بلکتی سسکتی، آنسو بہاتی، آہیں بھرتی انسانی مورتیوں کی اُس قلبی آہ و فغاں کا شور ہے جو نہ صرف انسانی آنکھوں بلکہ بنی آدم کے دل کو بھی پارہ پارہ کر دیتی ہیں۔ ہماری اِس شاعرہ کی شاعری کے اوّلیں موضوعات میں جو موضوع زیادہ نمایاں اور سرفہرست ہیں اُن کی فہرست میں، من پسند تصویروں کا اُجاڑ پن، سنگدل محبوب کے نازنخرے، جدائی کی آگ میں مسلسل جل رہے عاشق کی چیخ و پکار وغیرہ پیش پیش ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے ان کا یہ نمونۂ

کلام ملاحظہ ہو:

''کدھی کائی نہ جھلدی ایتھے
عشقے دے من تاریاں نوں
مَردیاں تائیں یاد رَکھاں میں
تیریاں سبھ اُلاریاں نوں''(۱۰)

جیسا کہ اوپر دی گئی شعری مثالوں سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شاعرہ کی شاعری کا اصل مدعا اور بنیاد مرد اور عورت کے میل جول کے درمیان ازلی پیار کا وہ گہرا رشتہ ہے جس کی رنگت محبت کرنے والوں کے ہاتھوں سے ساری عمر نہیں اُترتی۔ اصل میں یہی وہ محور ہے جس کے گرد سعیدہ رشم کی ساری شاعری دیوانہ وار گھومتی ہمارے کانوں میں رَس گھولتی رہتی ہے۔ گو اِن نظموں میں پِس رہی عورت کی زندگی میں خوشی اور وصل کے لمحات بہت کم ہیں مگر دوسری طرف دیکھا جائے تو ہجر کی دِل دُکھا دینے والی مسافت کے رَستے کانٹوں سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ پُرخار راہیں اور اِن راہوں میں چلنے والے مسافروں کے دُکھ دَرد اور تکلیفیں سعیدہ رشم کی پنجابی نظموں کا خاصا ہیں!!!

سعیدہ رشم کے بعد فیصل آباد میں کہی جانے والی نئی پنجابی نظم میں پنجابی سخنور خواتین کی فہرست میں جو نام نمایاں حیثیت کے حامل ہیں اُن میں کوثر صدیقی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ کوثر صدیقی کی سعیدہ رشم کی طرح اب تک دو کتابیں کر سامنے آ چکی ہیں، جن میں ''اُڈیک دے پر چھاویں ۱۹۸۵ئ'' اور ''ڈاروں وِچھڑی ۱۹۹۰ئ'' نام کی کتابیں اپنے منفرد شعری اسلوب کی بدولت اپنی مثال آپ ہیں۔ اِن میں سے پہلی کتاب ''اُڈیک دے پر چھاویں'' میں شاعرہ نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے نئی پنجابی نظم کو چُنا ہے۔ جبکہ دوسری کتاب خالصتاً پنجابی غزلوں پر مشتمل ہے۔ لیکن یہاں ہم اپنے موضوع سے جُڑے رہنے کے لیے شاعرہ کی نظم نگاری تک ہی محدود رہیں گے۔ کوثر صدیقی کی پنجابی نظموں کو پڑھتے ہوئے جو باتیں ہمارے من کو لگیں، اُن میں شاعرہ کے منفرد شعری اسلوب کے علاوہ اُن کی ٹھیٹھ لفظالی، ماجھے کا خوبصورت پنجابی لہجہ اور ان نظموں کے عنوانات ہیں۔ منیر نیازی کی طرح کوثر صدیقی کی نظموں کے عنوانات بھی اپنے آپ میں ایک مکمل اکائی کا دَرجہ رکھتے ہیں۔ بعض جگہوں پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر نظم کے اوپر سے عنوان کو ہٹا دیا جائے تو نظم کے ابلاغ میں ابہام پیدا ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اِس لیے اِن نظموں کے عنوانات اپنی کاوش میں ایک مکمل اکائی ہونے کے سبب نہایت قابلِ ستائش اور تحسین کے لائق ہیں۔ کوثر صدیقی کی پنجابی شاعری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے پنجابی زبان وادب کے ممتاز ناول نگار، لیکھک اور شاعر افضل احسن رندھاوا لکھتے ہیں:

''کوثر صدیقی دی شاعری دے پیار وچ ننگے عشق دی کالی تے

> ہر شے توں پہلوں نظر آون والی تھمی اُتے ٹنگیا ہویا سچے جذبے دا لال پراندہ ٹنگیا، پَر کسے نوں دِسدا اے۔ اوس کسے وی مت دین والے دی گل من کے اوہ لال پراندہ کسے خالی بھانڈے وِچ، بھڑولی وِچ، بسترے تھلے، منجی دے کسے سنگھے وِچ یاں ہنیری کوٹھڑی وِچ لیفاں والی منجی اُتے پئے لیفاں دی کسے تہہ وِچ نہیں لکویا۔ سگوں اوہ ادب وچ سسی وانگ ننگے پیریں، چٹے دِن ٹُری اے تے تھل دی ریت اوہدے پیراں دا چھالا چھالا وِی ویکھیا اے۔ تے پنوں پنوں! دی اوہدی کوک وی چٹے دِن کُل عالم سُنی۔ اوہ نہ سنگی اے نہ جھکی، سگوں اوس امرتا پریتم تے سارہ شگفتہ دی روایت اُتے ٹُردیاں سچی، تے کھری شاعری اُچی واج وِچ کیتی اے۔ ایہہ سچ، دلیری تے اور جنیلٹی دی اوہ روایت اے جیہدے اُتے ''سسی'' امرتا پریتم تے سارہ شگفتہ مگروں گھٹ اِی بیبیاں ٹُریاں نیں۔ کوثر صدیقی دی شاعری دے سچ تے سچ گل کہن دی ایس دلیری توں میں بوہت متاثر ہویا آں، تے ایہدی قدر کرنا آں!''(۱۱)

کوثر صدیقی کی آواز اپنے دور کی ایک اہم' بھرپور اور توانا آواز ہے۔ جس میں باتوں کی چاشنی' اور معصوم جذبوں کا کھلم کھلا جیتا جاگتا نمایاں اظہار اپنی مثال آپ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری میں ہمیں کوئی بھی لفظ پرایا' بیگانہ یا متروک نہیں دیکھائی پڑتا۔ اُن کی سچی' کھری اور لاجواب شاعری کی جڑیں بہت مضبوط ہیں جیسا کہ:

رُت کچنار دی جیہڑے ویلے
کاسنی پھل لیائی سی
دیس تیرے دی ٹھنڈی وا' جد
یاداں بن کے آئی سی
دل دی باری چوں اُس ویلے
راہواں تکدے سی دو نین
ہَریاں رُتاں، پُھل کلیاں دے
سینے وِچ اَگ لائی سی (۱۲)

سعیدہ رشم اور کوثر صدیقی کی پنجابی نظموں کے بعد فیصل آباد میں کہی جانے والی نئی پنجابی نظم

کے میدان میں ہمیں ایک خلا نظر آتا ہے۔ جس میں فیصل آباد کی سخنور شاعرات کے مطبوعہ کلام کی کوئی زندہ مثال نہیں ملتی۔ اس کی ایک بڑی وجہ شاید پنجابی غزل کا مقبولِ عام ہونا ہو، یا پھر سرکاری سطح پہ پنجابی کا نصاب میں شامل نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ کوئی اور بہت بڑی وجہ بھی کیوں نہ ہو، مگر آنے والے وقتوں میں بھی اِس کمی کو شدت سے محسوس کیا جائے گا۔ وہ کچھ اِس لیے بھی کہ اگر اِن دَس بارہ سالوں میں کچھ ایک کتابیں چھپ کے سامنے آتیں تو دوسرے شہروں کی نسبت موجودہ فیصل آباد کی نئی پنجابی نظم کی لہر مزید آگے بڑھ سکتی تھی۔ جس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ سعیدہ رشم اور کوثر صدیقی نے جس پودے کو اِس سرزمین میں بویا تھا اُسکی آبیاری کرنے کے لیے اِک ایسے ذہن کی ضرورت تھی جو پچھلے دَس بارہ سالوں کی نہ صرف کمی کو پُورا کر سکتی بلکہ نئی راہیں بھی تلاش کرتی۔ پھر کیا ہوا اُردو میں شعر کہنے والی گلفام نقوی کی کتاب ''دِل دی رَمز پچھان'' نے کئیوں کو حیران کر دیا۔ گُلفام نقوی کا نام فیصل آباد میں کہی جانے والی نئی پنجابی نظم کی سخنور شاعرات کی موجودہ فہرست کا ایک معتبر حوالہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اُن کا زیادہ جھکاؤ بنیادی طور پر اردو شعر وادب کی طرف ہے۔ مگر اُن کی پہلی ہی شعری کاوش نے اُن کو پنجابی شاعری کی نامور شاعرات کی فہرست میں لا کھڑا کیا۔ ''دِل دی رَمز پچھان'' نام کے اُن کے شعری مجموعے میں جہاں شاعرہ نے نئی پنجابی نظم کو اپنے خیالات کے اظہار کے لیے چُنا ہے وہیں انھوں نے حمد، نعت، کافیوں، گیتوں، غزلوں اور نثری نظموں کو بھی اِس میں جگہ دی ہے۔ گلفام نقوی کی پنجابی شاعری اُن کے سچے جذبات کی ترجمانی بھی کرتی ہے اور عکاسی بھی جس میں تصوف اور صوفیانہ شعری رِیت کا اثر بھی نمایاں ہے اور پنجابی کی لوک شاعری کا رَنگ بھی۔ جسکی واضح مثالوں میں سے شاعرہ کی شاعری سے ایک مثال حاضر ہے:

اوکھا عشق دی سُولی چڑھنا
ساہواں دا وَٹ وان نی اڑیئے
دِل دی رَمز پچھان
گڈی ٹیشن آلگنی ایں
لاگے رکھ سامان نی اڑیئے
دِل دی رَمز پچھان (۱۳)

تاریخ گواہ ہے کہ دِل کی رَمزوں کو وہی پہچانتے ہیں جن کو چوتھی کوٹ کی بجائے پانچویں دِشا میں جانے کا شوق ہو۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں ہر پل پلک جھپکتے ہی پانچویں رُت اور آٹھویں آسمان پہ پہنچنے کی خواہش رہی ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دُنیا میں حق، سچ، امن، بھائی چارے، اتفاق، انقلاب اور محبت کا پرچم دُنیا میں لہرانے کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے دینے سے بھی نہیں ڈرے۔ اِن کی توانا کاوشوں اور سچے عشق کی بدولت ہی آج ہم اِس نتیجے پہ پہنچے ہیں کہ ہمیں اچھائی اور برائی، نیکی اور بدی میں تمیز کا فرق

معلوم پڑتا ہے۔ اِن لوگوں کی فہرست میں سقراط، یسوع مسیح، منصور بن حلاج، شاہ حسین اور بُلھے شاہ جیسے صوفی منش درویشوں کے نام آتے ہیں جنہوں نے دُنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے اپنی تعلیمات کی بدولت عام عوام کو سانجھ، پیار اور بھائی چارے کا درس دیا ہے۔ یاد رہے کہ گلفام نقوی اِسی قبیلے کے پیروکاروں میں سے ایک ہے۔ تبھی تو اُس کی پنجابی شاعری میں عشق کا لازوال جذبہ کُوٹ کُوٹ کے بھرا ہوا ہے۔ جیسے:

چم چم کردے سارے موتی سُچے تے نہیں ہوندے
اُچی تھاویں بہہ کے نیویں اُچے تے نہیں ہوندے(۱۴)

گلفام نقوی کے علاوہ فیصل آباد کے موجودہ ادبی منظرنامے پر جو پنجابی سخنور خواتین اپنے سُخن کی چھاپ چھوڑ رہی ہیں اُن میں کنیز اسحاق، بشریٰ ناز، ڈاکٹر رابعہ سرفراز، ڈاکٹر پروین کلو، شکیلہ شام، طلعت ناہید، مینال نعیم مجوکہ، میڈم شان، گُلناز اور شمیم اختر کے نام کافی مقبول ومعروف ہیں۔ اِن میں سے ماسوائے بشریٰ ناز کے باقی سبھ شاعرات کا کلام ابھی چھپ کے سامنے نہیں آیا۔ مگر اِکا دُکا پنجابی رسالوں میں اِن کی نظمیں ضرور پڑھنے کو ملتی ہیں۔ بشریٰ ناز کا نام فیصل آباد کی پنجابی شاعری میں کچھ اِسلئے بھی کسی معجزے سے کم نہیں کہ وہ بنیادی طور پہ پنجابی نہیں ہیں۔ مگر اُن کی شاعری میں استعمال ہونے والی ماجھے کی ٹھیٹھ لفظالی اور لوک گیتوں سی روانی موجود ہے، جو کسی بھی رجحان ساز شاعرہ کی مقبولیت کے لیے لازمی عنصر گنی جاتی ہے۔ بشریٰ ناز کی شاعری کے بنیادی عناصر میں ہجر، وچھوڑا، صدق سرور، اور عشق بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ اُن کے پاس کم لفظوں میں بڑی بات کہنے کا ہنر بہرحال موجود ہے۔ وہ اپنی بات کو موثر انداز میں بیان کرنے کا اسلوب جانتی ہیں۔ بقول انجم سلیمی:

''بشریٰ ناز بڑی جگرے والی اُدھمی شاعرہ اے، جیہنے سماج دیاں رِیتاں روایتاں تے پابندیاں نوں توڑیایاں اُلنگھیا نہیں۔ سگوں اوس اپنیاں حداں وچ رہ کے اپنی شاعری راہیں اپنے وجود دا بھرواں احساس وی دوایا اے تے اپنی فکر دی لؤ نوں اُچیاں رکھن لئی اپنے ہڈاں دا بالن بال کے اپنی ہوند نوں پچھانیا ای نہیں سگوں اپنا تے پنجابی ادب دا مان وی ودھایا اے۔''(۱۵)

بشریٰ ناز نہ تو خود نا اُمید ہے اور نہ اُسکی شاعری، اُسکی بیشتر نظموں میں یہ خوبی بدرجہ اُتم موجود ہے۔

نااُمید اَجے نہ ہو
بوہا کُھلا حالی رَکھ
رَکھ اُڈیک پروہنے دی
دل دا کمرا خالی رکھ(۱۶)

اِن شاعرات کی شاعری پڑھ کے پنجابی زبان وادب کے سچے قاریوں کواطمینان ضرور ہوتا ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب فیصل آباد کی دھرتی سے امرتا پریتم، سارہ شگفتہ، نسرین انجم بھٹی، منجیت ٹوانہ اور کشور ناہید جیسی معیاری لکھنے والی خواتین منظر عام پر آئیں گی۔ اَب تک فیصل آباد میں کہی جانے والی نئی پنجابی نظم کے سفر کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سوائے ایک دو پنجابی سخنور خواتین کے باقی سبھ نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے پنجابی غزل کو ہی اپنے اظہاریے کا وسیلہ بنایا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ دوسرے شہروں کی نسبت یہاں کہی جانے والی نئی پنجابی نظم معیار اور مقدار کے حوالے سے ابھی کافی پیچھے ہے۔ ہاں البتہ نئی لکھنے والی شاعرات میں ایک دو نام ایسے ہیں جن سے ہم آئندہ آنے والے دنوں میں اچھی اُمیدیں وابستہ رکھ سکتے ہیں۔ ان ناموں میں گلناز اور شمیم اختر کے نام معیاری شاعری کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہیں۔

بوہا کُھلا حالی رَکھ
رَکھ اُڈیک پروہنے دی
دل دا کمرا خالی رکھ(۱۷)

اِن شاعرات کی شاعری پڑھ کے پنجابی زبان وادب کے سچے قاریوں کواطمینان ضرور ہوتا ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب فیصل آباد کی دھرتی سے امرتا پریتم، سارہ شگفتہ، نسرین انجم بھٹی، منجیت ٹوانہ اور کشور ناہید جیسی معیاری لکھنے والی خواتین منظر عام پر آئیں گی۔ اَب تک فیصل آباد میں کہی جانے والی نئی پنجابی نظم کے سفر کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سوائے ایک دو پنجابی سخنور خواتین کے باقی سبھ نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے پنجابی غزل کو ہی اپنے اظہاریے کا وسیلہ بنایا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ دوسرے شہروں کی نسبت یہاں کہی جانے والی نئی پنجابی نظم معیار اور مقدار کے حوالے سے ابھی کافی پیچھے ہے۔ ہاں البتہ نئی لکھنے والی شاعرات میں ایک دو نام ایسے ہیں جن سے ہم آئندہ آنے والے دنوں میں اچھی اُمیدیں وابستہ رکھ سکتے ہیں۔ ان ناموں میں گلناز اور شمیم اختر کے نام معیاری شاعری کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہیں۔ شمیم اختر نوجوان شاعرہ ہے مگر اُسکی شاعری میں وہ سارے لوازمات موجود ہیں، جو کسی بھی نامور شاعر یا شاعرہ کی کامیابی کی ضمانت سمجھے جاتے ہیں۔ اُس کے پاس شعری لوازمات سے بھرپور نظمیں ہیں جیسا کہ:

کالے دن تے چِٹیاں راتاں
وَرھن دُکھاں دے مینہہ
اکھاں ہوئیاں انھیاں
تے بلھاں چپاں وَٹیاں
مُکے پریم دلاں دے

سچے یار نئیں موئے
اُلٹی کھیڈ رچائے جگ
سبھ نے پیر نئیں پٹھیچائے (۱۸)

ہمارے پاس ایسی بے شمار نظمیں اور ہیں جن کی روشنی میں ہم بلا جھجک یہ کہہ سکتے ہیں کہ آئندہ آنے والے چند سالوں میں نئی پنجابی نظم فیصل آباد کی دھرتی میں اپنے پاؤں جمالے گی' اور مستقبل قریب میں یہ اپنے نقش نکھارنے اور بڑھائی کا جھنڈا اونچا کرنے میں نہ صرف کامیاب ہوگی بلکہ بعد میں آنے والی پنجابی سخنور خواتین کے لیے مشعل راہ بھی۔

حوالہ جات

۱۔ فیروز الدین، الحاج، فیروز اللغات اردو جامع، لاہور: فیروز سنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) س ن، ص:۱۳۶۶

2. Dictionary V-2 Oxford: Clarendon Press,1973,P-1615

۳۔ بھائی کاہن سنگھ نابھا، مہاں پنجابی کوش، پٹیالہ: بھاشا وبھاگ' پنجواں ایڈیشن، ۱۹۹۰ء، ص:۶۷۹۹

۴۔ اقبال صلاح الدین، وڈی پنجابی لغت، لاہور: عزیز پبلشرز، تیجی جلد، ۲۰۰۲ئ ص:۲۷۱۶

۵۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، جدید نظم کی کروٹیں، لاہور: ۱۹۷۴ئ ص: ۲۳

۶۔ اکرم باجوہ، نویں پنجابی نظم دے رتن، لاہور: ادب پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ئ ص: ۱۳

۷۔ علی اختر، چھمکاں عشق جگایا، فیصل آباد: شمع بکس بھوانہ بازار، ۲۰۱۴ئ ص: ۳

۸۔ احمد راہی، ترنجن، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ستواں ایڈیشن، ۲۰۰۱ئ ص:۸۱

۹۔ سعیدہ رشم، ہجر ہنیرے، فیصل آباد: مسلم پنجابی مجلس، ۱۹۹۲ئ ص:۴۱

۱۰۔ اوہوای، ص: ۳۳

۱۱۔ کوثر صدیقی، اُڈیک دے پرچھاویں، فیصل آباد: مسلم پنجابی مجلس، ۱۹۸۶ئ ص:۶

۱۲۔ اوہوای، ص:۸۲

۱۳۔ گلفام نقوی، دل دی رمز پچھان، فیصل آباد: مثال پبلشرز، دوجا ایڈیشن، ۲۰۱۲ئ ص:۳۹۔۳۸

۱۴۔ اوہوای، ص:۱۱۳

۱۵۔ بشریٰ ناز، کندھ اسمانان تیک، فیصل آباد: دستخط مطبوعات، ۲۰۱۳ئ، ٹائٹل ورق

۱۶۔ اوہوای، ص:۱۳۱

۱۷۔ شمیم اختر، مضمون مشمولہ: پنچم، مہینہ وار، سودھی مقصود ثاقب، لاہور: سچیت کتاب گھر، چوک گنگا رام ہسپتال، اکتوبر/نومبر ۲۰۱۰ئ ص:۸۰

☆......☆......☆

اُردو غزل کی مغربی روایت۔ ایک جائزہ

ڈاکٹر طارق ہاشمی

Dr. Tariq Hashmi

Assistant Professor, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstact:

Ghazal is a cultural genre of poetry and has a rich tradition in Persian and urdu literature.it is an interesting fact that some English writers has also written urdu ghazal during colonial period of india. alexander azad, gorge pesh shor, de casta, farasu, waker, jozuf ashiq and many other poets have written ghazals and their DEWAN (anthology) have been published. This is a notable point that they adopt those themes that have been remained as a tradition of urdu poetry.poetic style of these poets is very rich and have artistic touch.

ہندوستان پر انگریزوں کا غلبہ دو تہذیبوں کا محض تصادم ہی نہیں بلکہ بعض حوالوں سے ملاپ بھی تھا۔ مغربی تہذیب کے مشرقی ماحول پر اثرات کو عالمی سرمائے سے لے کر روزمرہ زندگی کے معمولات تک دیکھا جا سکتا ہے لیکن اہلِ مغرب مشرق کی ثقافت، تہذیب اور تمدنی مظاہر سے کس طور متاثر ہوئے اِس کی دستاویزات بھی متنوع اور لائقِ مطالعہ ہیں۔

تہذیبی ملاپ کے سلسلے میں یہ امر لائقِ ذِکر ہے کہ ہندوستانی ادیبوں نے جہاں مغربی ادبی سرمائے کو اُردو کے قالب میں ڈھالتے ہوئے کامیاب تراجم کیے، وہیں مستشرقین کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے، جس نے اُردو کے لیے لسانیاتی خدمات کے ساتھ شعری و افسانوی تخلیقی سرمائے کو مدون کیا۔

اٹھارہویں صدی کی اِبتدا میں جان کٹلر، شلزے اور فرانسکس ایم توری نائس کی لسانی خدمات نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، انیسویں صدی میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے رُوحِ رواں ڈاکٹر